اسلام میں تحدید ملکیت کا تصور

محمد سلیم *
فریدہ یوسف **

تعارف:

دنیا کا ہر معاشی نظام دراصل تصور ملکیت پر قائم ہے۔ کسی بھی معاشی نظام میں تصور ملکیت اور مال کو خرچ کرنے کے قواعد وضوابط اس نظام کی سمت، مزاج اور نوعیت کو واضح کرتے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت اپنے جن امتیازی خصائص کے باعث دیگر نظام ہائے معیشت سے مختلف ہے اس کا بنیادی نکتہ اسلام کے عطا کردہ تصور ملکیت کا اختلاف ہے۔ کیونکہ دنیا کے ہر معاشی نظام میں مالک اپنی ملکیت کے تصرف میں کلیتاً آزاد ہے چاہے وہ فرد ہو یا ریاست جب کہ اسلامی نظام معیشت میں کوئی بھی شخص یا ریاست ملکیت کا حق رکھنے کے باوجود اپنے مال کو خرچ کرنے میں مطلق آزاد نہیں ہے بلکہ اسے ان قواعد وضوابط کا پابند بنایا گیا ہے۔ جو مالک حقیقی نے انسان کو بطور خلیفہ یا امین کے عطا کیے ہیں۔

ملکیت کا مفہوم:

ملکیت کا مادہ ملک ہے۔ علی بن محمد جرجانیؒ (۸۱۶۔ ۷۴۰ھ) اپنی کتاب التعریفات میں تحریر کرتے ہیں:۔

الملک: حالت تعرض للشئ بسبب ما یحیط بہ۔[۱]

"ایسی حالت جو کسی چیز کو ایسے سبب کے ذریعے پیش آئے جو اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔"

فقہاء کے نزدیک ملکیت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

الملک : اتصال شرعی بین الا نسان وبین شئ یکون مطلقاً لتصرفہ فیہ و حاجزاً عن تصرف غیرہ فیہ[۲]

"الملک شرعی اتصال ہے جو کسی انسان اور ایسی چیز کے درمیان ہو جس میں وہ تو تصرف کر سکے لیکن کوئی اور دوسرا اس میں تصرف نہ کر سکے۔"

انیسویں صدی کے قانونی فلاسفر مغربی محقق جان آسٹن نے ملکیت کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

"A right indefinite in point of user, unrestricted in point of disposition, and unlimited duration"[۳]

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ایمرسن کالج، ملتان، پاکستان
**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پاکستان

''حق جو استعمال کے اعتبار سے غیر محدود اور تصرف اور انتقال کے اعتبار سے بے قید ہے۔ اور مدت کے تعین کے لحاظ سے غیر معینہ ہے۔''

استخلاف فی المال:

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں انسان کا حقِ ملکیت حقیقی ہے لیکن اسلام میں یہ حقِ ملکیت عارضی ہے کیونکہ اسلام میں کائنات کی ہر چیز کا مالک در حقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے :

لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِیْ الْاَرْضِ۔[4]

آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے''۔ ''

اس آیت کی رُو سے اصل مالک تو ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کو اشیاء کے حقوقِ ملکیت اللہ کے عطا کردہ ہیں اور اس کی حیثیت ایک مقدس امانت کی ہے۔ انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ان اشیاء میں تصرف کا حق رکھتا ہے لیکن اس سلسلہ میں ایک نائبِ خدا ہونے کی حیثیت سے انسان کے ذمہ دنیا و آخرت کی فلاح کا حصول ہے اور اس کائنات کی ہر شے کا مقصد وجود انسان کو اپنے مقصد میں کامیابی کے مواقع فراہم کرنا ہے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں فرمایا گیا ہے:

﴿اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا﴾۵

وہ اموال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیام (زندگی) کا ذریعہ بنایا ہے

انسان کو اگرچہ مال اور دیگر اشیاء پر ملکیت کے اختیارات دیئے گئے ہیں لیکن یہ اختیارات بطور آزمائش اور امتحان دیئے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ آزمائش اسی صورت میں ہوتی ہے جب انسان کو اختیار اور اپنی پسند و ناپسند کے مطابق عمل کی آزادی حاصل ہو۔ البتہ اس اختیار کو اس طرح محدود کیا گیا کہ اس کی آزادی ملکیت سے دوسرے افراد کی آزادی مجروح نہ ہو اور اس آزادی سے معاشرہ میں فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ گویا انسان کو عطا کردہ ملکیت کا اختیار مطلق نہیں بلکہ محدود ہے اور حدود و قیود کا پابند ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

﴿وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ﴾۶

"اور یہ جو مال اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کا گھر (بنانے) کی فکر کر اور دُنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کر اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو"۔

اس آیتِ کریمہ سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں :

۱۔ جو کچھ انسان کو دیا گیا ہے وہ اللہ کا عطا کردہ ہے۔

۲۔ انسان کو اللہ کے عطا کردہ مال کو اس طرح صرف کرنا چاہیے کہ اس کا مقصد رضائے خداوندی اور اجرِ آخرت کا حصول ہو۔

۳۔ اللہ کا عطا کیا ہوا مال انسان کے پاس امانت کے طور پر ہے لہٰذا اللہ کے احکام اور اس کی مرضی کے مطابق اسے اس مال کو خرچ کرنا چاہیے۔

۴۔ انسان کو اپنے مال کا ایک حصہ دوسروں کو دینا چاہیے۔ اس لئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیا ہے وہ اس کا احسان ہے لہٰذا اس کو بھی دوسرے انسانوں کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ تمہیں مال خرچ کرنے سے روک سکتا ہے جہاں اسے خرچ کرنا پسند نہیں ہے۔ چنانچہ منشاءِ خداوندی یہ ہے کہ زمین میں فساد یا بُرائی پھیلانے کے لئے مال کو ہر گز خرچ نہیں کرنا چاہیے۔

اِنفرادی اور اجتماعی ملکیت کے سارے بحث مباحثے اور سرمایہ دارانہ یا اشتراکی نظام ہائے معیشت کے سارے جھگڑے اسلام نے صرف نیابت و خلافت کے الفاظ سے ختم کر دیئے ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اسلام کے تصورِ امانت و نیابت پر استوار ہونے والا معاشی ڈھانچہ اشتراکی اور سرمایہ دارانہ تصورات سے یکسر جُدا ہے۔ یہاں واضح طور پر ملکیت کو استخلاف فی المال کہا گیا ہے :

﴿وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ﴾ ۷

اس (مال و دولت) میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے "۔"

اسی طرح قرآن مجید میں مال کو عطیہ خداوندی قرار دیتے ہوئے کہا گیا ہے :

﴿واٰتو هم من مال اللّٰه الذی اٰتکم﴾ ۸

" اور ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا۔"

درج بالا آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کے پاس جو مال و متاع ہے۔ اس کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے۔ انسان کی حیثیت محض نائب کی ہے۔ اسی حیثیت کی بنا پر اسے ان املاک میں تصرف کا حق اور اختیار حاصل ہے۔ استخلاف فی

المال کے اس تصور سے ظاہر ہوتا ہے کہ نائب کا تصرف انہی حدود کے اندر اور انہی مقاصد کے تحت ہونا چاہیے جو مالک حقیقی کے مقرر کردہ ہیں۔ لہٰذا نائب کے حقوق کا دائرہ ایک طرف محدود ہے۔ تو دوسری طرف مالک کی طرف سے ذمہ داریوں سے منسلک ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر عائد کردہ ہیں۔

یہ فکر اس بات کی متقاضی ہے کہ فرد کے حقوق ملکیت اپنی نوعیت کے لحاظ سے مطلق نہیں بلکہ محدود اور مقید ہوں۔ مالکانہ تصرف کے ضمن میں اپنے آپ کو آزاد خیال کرنا گمراہ اقوام اور بگاڑ کے شکار افراد کا وطیرہ ہے۔ حقوق ملکیت میں بے قیدی اور انانیت کا اظہار اپنے مزاج کے لحاظ سے شرک کے مترادف ہے۔ قرآن مجید متعدد ایسے افراد اور اقوام کے کردار سے آگاہ کرتا ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو مختار کل سمجھ لیا اور اللہ تعالیٰ کو اپنا حریف اور مد مقابل بنانے کی جسارت کی۔ حضرت شعیبؑ کی قوم نے دعوت حق کو رد کرتے ہوئے کہا تھا:

﴿قَالُواْ يَٰشُعَيْبُ أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَآ أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِيٓ أَمْوَٰلِنَا مَا نَشَٰٓؤُاْ﴾9

"انہوں نے کہا: اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہتے ہیں یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشاء کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو۔"

اس آیت کی تفسیر میں سید مودودیؒ تحریر کرتے ہیں:۔

اللہ کی بندگی صرف ایک محدود مذہبی دائرے ہی میں نہیں ہونی چاہیے بلکہ تمدن، معاشرات، معیشت، سیاست غرض زندگی کے تمام شعبوں میں ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ دنیا میں انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے اللہ کا ہے اور انسان کسی چیز پر بھی اللہ کی مرضی سے آزاد ہو کر خود مختارانہ تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔10

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

﴿وَلَا تُؤْتُواْ ٱلسُّفَهَآءَ أَمْوَٰلَكُمُ ٱلَّتِي جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمْ قِيَٰمًا وَٱرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَٱكْسُوهُمْ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾11

"اور وہ اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے۔ نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو البتہ انہیں کھانے اور پہننے کے لیے دو اور انہیں نیک ہدایت کرو۔"

اس آیت میں امت کو یہ جامع ہدایت دی گئی ہے کہ وہ مال جو ذریعہ قیام زندگی ہے، بہر حال ایسے نادان لوگوں کے اختیار و تصرف میں نہیں رہنا چاہیے جو اسے غلط طریقے سے استعمال کر کے نظام تمدن و معیشت اور بالآخر نظام اخلاق کو خراب کر دیں۔ حقوق ملکیت جو کسی شخص کو اپنی املاک پر حاصل ہیں اس قدر غیر محدود نہیں ہیں کہ وہ اگر ان حقوق کو صحیح

طور پر استعمال کرنے کا اہل نہ ہو اور ان کے استعمال سے اجتماعی فساد برپا کر دے تب بھی اس کے وہ حقوق سلب نہ کیے جا سکیں۔

اس حوالہ سے اسلامی حکومت کی ذمہ داری کی وضاحت سید مودودیؒ ان الفاظ میں کرتے ہیں :۔

> بڑے پیمانے پر حکومت اسلامی کو اس امر کا انتظام کرنا چاہیے کہ جو لوگ اپنے اموال پر خود مالکانہ تصرف کے اہل نہ ہوں یا جو لوگ دولت کو برے طریقوں سے استعمال کر رہے ہوں ان کی املاک کو وہ اپنے انتظام میں لے لے اور ان کی ضروریات زندگی کا بندوبست کر دے۔ ۱۲

تحدید ملکیت کے مقاصد:

اسلام اگرچہ انفرادی اور اجتماعی حقِ ملکیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس میں نظم و ضبط اور اس کے غلط استعمال کو روکنے کی غرض سے اسے حدود قیود کا پابند بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے افراد کے حق ملکیت پر تعداد یا مقدار کے اعتبار سے کسی تحدید کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اسلام نے حصولِ ملکیت کے جائز طریقوں، حق ملکیت سے وابستہ حدود اور ذمہ داریوں اور اجتماعی ضرورت کے لئے افراد سے مال واملاک حاصل کرنے کے مناسب طریقوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ ان اُصولوں کی روشنی میں مال واملاک سے متعلق انسانی مصالح کا حصول عمل میں لایا جاسکتا ہے لیکن بعض حالات میں انہی مصالح کے تحفظ کی خاطر یہ مناسب سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک فرد ایک خاص طرح کی ملکیت کی ایک محدود مقدار سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔ تحدیدِ ملکیت کی ضرورت دو مقاصد کے لئے پیش آسکتی ہے

اسراف اور عیش کوشی کے سدباب کے لئے۔

سماج میں دولت کی تقسیم کے اندر پائے جانے والے تفاوت کی کمی کے لئے۔

خاص طور پر اگر کسی معاشرے میں معاشی ناہمواری اس حد تک بڑھ جائے کہ غرباء کا استحصال شروع ہو جائے اور اس حد تک پہنچ جائے کہ ان کے لئے زندگی گزارنا دوبھر ہو جائے تو اسلامی ریاست کے صاحبانِ اقتدار کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسلامی اُصولوں پر عمل کرتے ہوئے تحدیدِ ملکیت کریں۔ اِسلامی حکومت اصحابِ ثروت کو اس اَمر پر مجبور کرسکتی ہے کہ وہ شریعت کے عائد کردہ حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں مقررہ حد سے زیادہ ملکیت نہ رکھیں۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ حالات و واقعات کے تناظر میں ملکیت کی حدود مقرر کرے۔ اس حقیقت کا ثبوت درج ذیل احادیثِ نبوی ﷺ سے بھی ملتا ہے :

" مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ زَادَ لَهُ " . قَالَ فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لاَ حَقَّ لأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ "۔[۱۳]

جس کے پاس زائد سواری ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے اس شخص کو لوٹادے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد ساز و سامان ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کو لوٹادے جس کے پاس سامان نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مختلف اصناف کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ ہم میں سے کسی کو بھی ضرورت سے زائد اشیاء راپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں "۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

" لاَ تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلإِ "۔[۱٤]

"فالتو پانی مت روکو اس غرض سے کہ فالتو گھاس روک سکو"

اگرچہ شریعت میں صغر سنی، جنون، غلامی اور مقروض ہونے کی حالت میں فرد کے مالکانہ تصرف پر پابندی عائد کی گئی ہے لیکن اس قسم کی پابندیوں کی بجائے یہاں صرف ان پابندیوں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے جو تبذیر و اسراف یا مال کو غیر مفید مصارف میں ضائع کرنے کی بناپر ایک اسلامی ریاست عائد کر سکتی ہے۔

اسراف و تبذیر:

دونوں تھوڑے سے فرق کے ساتھ فضول خرچی کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اسراف جائز (مباح) کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ تبذیر حرام کاموں میں خرچ کرنے کو کہا جاتا ہے۔

سید سلیمان ندویؒ نے نہایت سادہ اور عام فہم انداز میں وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے :۔

فضول خرچی یہ ہے کہ انسان اپنی حیثیت اور موقع کی ضرورت سے زیادہ خرچ کرے۔ ۱۵

خورد و نوش، رہائش، لباس، شادی بیاہ، سالگرہ وغیرہ جیسی تقریبات کے مواقع پر بے بہا مال محض نمائش یا نام و نمود کے حصول کی غرض سے خرچ کرنا اسراف کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس امر کی ممانعت میں ارشادِ ربانی ہے:

كلو واشربوا ولا تسرفوا ج انه لا يحب المسرفين﴾[١٦]

"کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ تبذیر کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

التبذير: انفاق المال في غير حقه ـ[١٧]

گویا تبذیر خلافِ حق مال خرچ کرنے کا نام ہے۔

امام مالکؒ (م۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

التبذیر: هو اخذ المال من حقه و ووضعه فی غیر حقه وهوالاسراف وهو حرام۔۱۸

"تبذیر یہ ہے کہ انسان حق کے ساتھ کمائے مگر خلافِ حق خرچ کر ڈالے اور اس کا نام اسراف ہے اور یہ حرام ہے"۔

حرام وناجائز کام میں ایک درہم یا روپیہ بھی خرچ کرنا تبذیر ہے۔ امام قرطبیؒ (م۶۷۱ھ) فرماتے ہیں۔

من أنفق درهماً فی حرام فهو مبذّر۔۱۹

"جس نے حرام وناجائز کام میں ایک درہم بھی خرچ کیا وہ مبذر (تبذیر کرنے والا) ہے۔"

تبذیر سے نفرت دلاتے ہوئے مبذر کو شیطان کا ہمسر قرار دیا گیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا، اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾[۲۰]

"اور اپنا مال فضول خرچی سے مت اُڑاؤ۔ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔"

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر عباد الرحمان کی صفات کا تزکرہ کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

﴿والذين اذا انفقو الم يسرفو ا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواما﴾[۲۱]

(اللہ کے بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کی روش اختیار کرتے ہیں۔

درج بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اسراف کی ممانعت کا مقصد دراصل فرد اور اجتماع کو مال خرچ کرنے میں ایک معتدل اور متوازن روش پر قائم رکھنا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اشیاء صرف یا زیر استعمال سامان کو مقدار اور وصف دونوں کے لحاظ سے ضرورت کے تابع رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسراف اور غرور سے اجتناب کرتے ہوئے خوراک اور لباس کے انتظام کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث نبوی ہے:

كلوا واشربو اوا لبسواوتصدقوا من غير اسراف ولا مخيلة۔ ۲۲

کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو مگر اس میں اسراف یا گھمنڈ نہ ہو۔

اسی معتدل روش کی طرف اشارہ ایک اور فرمان نبوی میں نظر آتا ہے:

نهیٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن هاتين اللبستين المرتفعة والد و ن۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اقسام کے لباس، بہت قیمتی اور بہت گھٹیا لباس کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح کھانے پینے کی ضروریات کو حد اعتدال میں رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

ان من السرف ان تاکل کل ما ا شتهیت۔ ۲۴

یہ بات بھی اسراف میں داخل ہے کہ جس چیز کی بھی خواہش ہو اسے کھا ہی لیا جائے۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ سماجی حالات کو ملحوظ رکھے بغیر کسی صاحب ثروت کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ جائز عیش وآرام کی آخری حدود کو چھونے کے لیے ہر سہولت کی دستیابی اور زیب وزینت سے متعلق ہر سامان کے حصول کی کوشش کرے کیونکہ اپنے آپ کو خواہشات کا غلام بنانے کا نتیجہ اپنے من کی پوجا کی صورت میں نکلتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَاهُ﴾ ۲۵

کیاآپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

گویا خواہشات کا غلام دراصل عقل کے تقاضوں اور مقاصد حیات سے ہم آہنگ زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہوتا اور اسراف و تبذیر کا مرتکب ہوتا ہے۔ تبذیر و اسراف اور مال کے ضائع کرنے سے فرد کے اپنے مصالح بھی مجروح ہوتے ہیں اور اجتماع کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مال اور مالکانہ حقوق ضروریاتِ زندگی کی تکمیل اور اعلیٰ مقاصدِ حیات کے حصول کے لئے ذریعہ کے طور پر عطا کئے ہیں۔ جب کوئی فرد اپنے مال میں اس طرح کے غلط اور غیر مفید تصرفات کرتا ہے تو وہ اسلامی فقہ کی رُو سے سفیہ اور مفسد قرار پاتا ہے۔

حَجر (مالکانہ تصرّفات پر پابندی):

اسلامی فقہ کی رُو سے سفیہ اور مفسد کے خرید و فروخت اور انتقالِ ملکیت کے حقوق پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ اس اصول پر فقہ اسلامی کے چاروں مکاتب: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کا اتفاق ہے۔ درج ذیل تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء اسلام اسراف و تبذیر اور اضاعت مال کی بنا پر حجر کے قائل ہیں۔

اس بارے میں احناف کا موقف درج ذیل ہے:

الحجر علی السفیه هو المفتی به فی المذاهب وهو المختار۔ تعریف السفیه: هو الذی لا یحسن ادارة ماله، فینفقه فیما لا یحل وفی البطالة، ویعمل فیه بالتبذیر والاسراف دفع المال الی المغنین واللعابین وشراء الحمام والدیکة ونحو هما بثمن غال وصرف الاموال فی المقامرة و غیرذلک من الانفاق فی غیر ما یقتضیه العقل والشرع وکذلک اذا

أنفق ماله فی عمل من اعمال الخير، كبناه مدرسة أو مسجد أو مصح فانه يعد سفيهًا۔ ويحجر عليه لأن الله تعالى انما كلف الانسان بعمل الخير اذا كانت حالته المالية تسمح بذلك بحيث لا ينفق ماله ويفلس من اجل عمل الخير[۲۶]

ہمارے مسلک میں مختار اور مفتی بہ رائے یہی ہے کہ سفیہ پر حجر کیا جائے گا۔ سفیہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ فرد جو اپنے مال کا بخوبی انتظام نہ کر سکتا ہو اور اسے حرام کاموں اور لغویات میں اور گناہ کے کاموں میں صرف کرے اور اپنے تصرفات میں تبذیر و اسراف سے کام لے۔ ایسے اسراف میں جس کے سبب حجر کرنا واجب ہو جاتا ہے مغنّیوں کو مال دینا۔ گراں قیمتیں دے کر کبوتر اور مرغ وغیرہ خریدنا شامل ہیں اور جوئے بازی میں مال صرف کرنے یا دوسرے ایسے اخراجات کرنے پر (بھی حجر واجب ہے) جو عقل و شرع کے تقاضا کے خلاف ہوں۔ اسی طرح اگر فرد اپنا مال اچھے کاموں مثلاً مدرسہ، مسجد یا ہسپتال کی تعمیر میں صرف کر دے تو بھی وہ سفیہ قرار پائے گا۔ اور اس پر حجر کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کارِ خیر کا مکلف اسی وقت بنایا ہے جب اس کی مالی حالت اس کی اجازت دیتی ہو یعنی وہ کارہائے خیر کی وجہ سے مال خرچ کر کے نادار نہ ہو جائے۔

سفیہ کے بارے میں مالکیہ کا موقف درج ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

السفه هوا التبذير وعدم حسن التصرف فی المال فمتی انصف الشخص بذلك سواء كان ذكرًا أو أنثى فانه يكون مستحقا للحجر عليه۔[۲۷]

''سفہ تبذیر کا اور مال میں بخوبی تصرف نہ کر سکنے کا نام ہے جب کسی شخص میں یہ بات پائی جائے تو اس پر حجر کیا جا سکتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔''

حنابلہ کے مسلک کی وضاحت درج ذیل ہے:

الحَجرُ فی اللغة: المنع والتضييقُ------وهو فی الشريعة: منع الانسان من التصرُّف فی ماله۔[۲۸]

''لغت میں حَجر کے معنی روکنا اور تنگی کرنا اور شریعت میں اس کے معنی انسان کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دینا ہیں۔''

سفہ دراصل تبذیر اور مال میں بخوبی تصرف نہ کر سکنے کا نام ہے۔ جب کسی شخص میں یہ بات پائی جائے تو اس پر حجر کیا جا سکتا ہے۔

امام سرخسیؒ نے 'سفہ' کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

والسفه ہو العمل بخلاف موجب الشرع ، وهو اتباع الهوى ، و ترک ما يدل عليه العقل ، والحجى ، واصل المسامحة فی التصرفات ، والبر و الا حسان مندوب إليه شرعا، ولكن بطريق السفه والتبذير مذموم شر عا و عرفا ۔ [۲۹]

سفہ شریعت کے منشاء کے خلاف عمل کا نام ہے۔ وہ خواہشات نفس کی پیروی اور عقل و خرد کے تقاضے کی خلاف ورزی کا نام ہے۔ عام تصرفات میں فراخ دستی سے کام لینا اور نیکی اور احسان کے کاموں میں فراخ دلی کا مظاہرہ شرعاً پسندیدہ ہے لیکن ان کاموں میں تبذیر و اسراف سے کام لینا شریعت اور عرفِ عام دونوں میں برا ہے۔

شافعی فقہاء کے نزدیک رشد میں مالی تصرفات کی معقولیت کے ساتھ ساتھ صالح اور راست باز ہونا بھی ضروری ہے۔ شافعی حضرات کا مؤقف درج ذیل تحریر میں واضح نظر آتا ہے:

والرشد صلاح الدين والمال فلا يفعل محرما يبطل العدالة ولا يبذر بأ ن يضيع المال باحتمال غبن فاحش فی المعاملة أورميه بحر أوانفاقه فی محرم والأ صح أن صرفه فی الصدقة ووجوه الخير والمطاعم والملا بس التی لا تليق بحاله ليس بتبذير ۔ [۳۰]

رشد دین اور مال دونوں کے معاملہ میں صالح ہونے کا نام ہے لہٰذا (صاحب رشد وہ ہے جو) ایسے حرام کام نہ کرے جس سے اس کی راست بازی (عدالت) ختم ہو جائے اور تبذیر نہ کرے مثلاً (تجارتی) معاملات میں کھلا نقصان گوارا نہ کرے اور اپنے مال کو سمندر میں نہ ڈال دے یا اسے حرام کاموں میں نہ صرف کرے۔ صحیح رائے یہ ہے کہ صدقہ اور کارہائے خیر یا خوراک اور لباس میں اپنی حیثیت سے زیادہ مال خرچ کرنا تبذیر نہیں ہے۔

اسی طرح رشد کی تعریف بیان کرتے ہوئے ابن قدامہؒ حنابلہ کے مسلک کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

والرشد الصلاح فی المال۔ فان الفاسق ان كان ينفق ماله فی المعاصی۔ كشراء الخمر وآلآت اللهو اويتوصّلُ به الى الفساد، فهو غير رشيد لتبذيره لماله، وتضيعه اياه فی غير فائده۔ [۳۱]

''اور رُشد مال میں حسنِ تصرف کا نام ہے۔ فاسق آدمی اگر اپنا مال گناہ کے کاموں میں صرف کرتا ہو مثلاً شراب یا آلاتِ لہو خریدنے میں، یا اس مال کو فساد پیدا کرنے کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ رشید نہیں ہے کیونکہ وہ مال میں تبذیر اور بغیر کسی فائدہ کے ضائع کرنے کا مرتکب ہوتا ہے''۔

احناف کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ ہدایہ امام ابو حنیفہؒ کے عاقل و بالغ، آزاد مرد پر حجر کرنے کو درست نہ سمجھنے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

وقال ابو يوسف و محمد رحمه الله وهو قول الشافعی يحجر على السفيه ويمنع من التصرف فی ماله۔ لانه مبذر ماله بصرفه لا على الوجه الذی يقتضيه العقل فيحجر عليه

نظر اله اعتبارا بالصبی بل اولی لان الاثابت فی حق الصبی احتمال التبذیر وفی حقه حقیقته ۔[۳۲]

"ابو یوسفؒ اور محمدؒ نے کہا ہے اور شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے کہ سفیہ پر حجر کیا جائے گا اور اسے اپنے مال میں تصرف سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اپنے مال کو تقاضائے عقل کے خلاف کاموں میں صرف کر کے تبذیر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس کے مصالح کی نگرانی کے طور پر اس پر بھی اُسی طرح حجر کیا جائے گا جیسے بچے پر کیا جاتا ہے بلکہ اس پر حجر کرنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ بچے سے تو تبذیر کا صرف احتمال ہوتا ہے اور اس (عاقل و بالغ) فرد سے تبذیر عملاً صادر ہو چکی ہے۔"

درج بالا فقہی بحث سے واضح ہوتا ہے کہ حجر کے اصول پر فقہ اسلامی کے چاروں مکاتب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی متفق ہیں البتہ اس کے دائرے کی وسعت کے بارے میں ان میں جزوی اور فروعی اختلاف نظر آتا ہے۔

عیش پرستی کا سدِ باب:

ایک بامقصد اور ذمہ دار زندگی میں اس طرزِ عمل کی گنجائش نہیں ہوتی کہ ایک صاحبِ ثروت فرد کو بغیر حدود کی پابندی کے لُطف اندوز ہونے کا حق حاصل ہو۔ کسی قوم میں عیش پرستوں کا وجود، معاشرے کا اسے بخوشی گوارا کر لینا اور اپنی خاموشی کے ذریعہ گویا اس کی اجازت دینا، عیش و عشرت کے اسباب کا ازالہ کرنے کی طرف متوجہ نہ ہونا اور عیش پرستوں کو فساد پھیلانے کے لیے آزاد چھوڑ دینا۔ یہ اپنے فطری اعتبار سے ایسے اسباب و عوامل ہیں جو بالآخر لازمی طور پر تباہی اور بربادی کے گڑھے میں گرا دیتے ہیں۔ یہ دنیا میں تباہی اور آخرت کا عذاب صرف عیش پرست فرد پر نہیں بلکہ اس پورے معاشرے کو گھیر لیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿و اذا اردنا ان نهلک قریة امرنا مترفیها ففسقوا فیها فهق علیها القول فدمر نها تد میرا﴾[۳۳]

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ بغیر کسی بلند مقصد نصب العین کے خوشحالی نافرمانی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اگر افراد کو اس کی اجازت حاصل ہو تو نتیجتاً عیش و آرام اور اس کی خاطر مال کمانا ہی عملاً زندگی کا مقصدِ عظیم بن جاتا ہے۔ اسلام یہ تصور پیش کرتا ہے کہ مال و دولت قیامِ حیات کے لئے ہیں۔ مگر خود قیامِ حیات کا بھی کوئی نصب العین ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾[۳۴]

"وہی ذات ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے"۔

لہٰذا قیامِ حیات کا اہتمام ہونے کے بعد افراد کو بلند تر مقاصد اور نصب العین کے حصول کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دُنیا کی لذتوں میں انہماک، مبالغہ کی حد تک آرام و سہولت کے مطالبہ اور عیش و عشرت میں غرق ہو جانے والی زندگی کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اس سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِیَّاک والتنعم فان عباد الله لیسوا بالمتنعمین ۔[35]

"خبر دار! عیش کوشی سے اجتناب کرنا کیونکہ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔"

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے آذر بائیجان کے والی کے نام خط میں عیش کوشی سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔

"یا عتبه بن فرقد۔ ایاکم والتنعم" ۔[36]

"اے عتبہ بن فرقد، خبر دار! عیش کوشی سے اجتناب کرنا۔"

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ان کے کمرہ میں دیواروں پر پردے لٹکائے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو اتار دیا اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰه لم یأمرنا ان نکسو الحجارة والطین۔[37]

"اللہ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں دیا ہے۔"

اسلام نے بعض سامانِ تعیش کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے۔ مردوں کے لئے ریشم کے کپڑوں اور سونے کے زیورات کے استعمال کو حرام ٹھہرایا ہے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سونے یا چاندی کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے۔ یہ وہ سامان ہیں جن میں ظاہری طور پر تخریبِ اخلاق کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ مخربِ اخلاق سامان تعیش مثلاً شراب، شہوانی موسیقی یا رقاصہ کی خدمات وغیرہ کی اجرت اس کے علاوہ ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

" حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ "۔[38]

میری اُمت کے مردوں پر ریشمی لباس اور سونے کا استعمال حرام کر دیا گیا ہے اور عورتوں کے لئے جائز رکھا گیا ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

لا تشربو فی آنية الذهب ولا لفضةلا تلبسوا الحرير ولا الدّيباج ولا تأكلو فی صحافها فانها لهم فی الدّنيا۔[39]

"ریشم اور دیباج کے کپڑے نہ پہنو، سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی نہ پیو، نہ ان سے بنے ہوئے بڑے بڑے پیالوں میں کھانا کھاؤ۔ یہ سب دُنیا کی زندگی میں ان (دُنیا پرستوں) کے لیئے ہیں۔"

درج بالا احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ عیش و عشرت کی بعض نمایاں ترین شکلوں کو اسلام نے یکسر ممنوع قرار دیا ہے۔ فرد کے معاشی حالات اور سماج کے عام حالات سے قطع نظر ان شکلوں کا اختیار کرنا ہر حال میں ممنوع ہے۔

گویا اسلام ایسی عیش پرستی کی راہیں مسدود کر دیتا ہے جس میں شہوات و خواہشات کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور ایک دوسرے سے بہت زیادہ فرق و تفاوت رکھنے والے طبقات وجود میں آتے ہیں۔

اب آخر میں تحدید ملکیت کے بارے میں ریاستی ذمہ داری اور مداخلت کی حدود کا تعین ضروری ہے۔ ریاستی مشینری اور قانون صرف اسی صورت میں حرکت میں آسکتا ہے جہاں کسی شخص یا طبقہ میں عیش پرستی اور مترفانہ طرز زندگی کا رجحان اتنا زیادہ نمایاں ہو جائے کہ اسے خارجی پیمانوں سے ناپا جاسکے۔ اگر ایک فرد اپنی خدمت کے لیے سینکڑوں خدام، سواری کے لیے درجنوں مہنگی گاڑیاں ضروری سمجھے، رہائش کی آرائش و زیبائش اور نمائش پر کروڑوں روپے خرچ کر دے تو ایسی صورت قانونی گرفت کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر فرد کا اپنا ضمیر اور سماجی رائے عامہ کا دباؤ اس روش سے روکنے میں کامیاب نہیں ہوتا تو لامحالہ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ مداخلت کرے۔

حاصلِ بحث(Conclusion):

اسلامی تعلیمات میں انفرادی اور اجتماعی ملکیت کے نزاع کو خلافت اور امانت کا تصور عطا کر کے ختم کیا گیا ہے۔ اس تصور کے نتیجہ میں صاحبِ مال اسے اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرنے کا پابند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دوسرے نظاموں کے برعکس عام حالات میں تحدید ملکیت کو معیار (Quality) اور مقدار (Quantity) سے مشروط نہیں کیا ہے۔ اسی طرح تحدید ملکیت کو معاشی تفاوت میں کمی کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور اسے بذاتِ خود مقصد کا درجہ نہیں دیا گیا، البتہ مطلق مالک نہ ہونے کی بنا پر انسان کا اپنے اختیارات سے تجاوز کرنا اسے حق ملکیت سے محروم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں مالدار طبقہ میں عیش پرستی اور مسرفانہ رجحان کے خاتمہ کے لیے عمومی تدابیر میں سامان تعیش پر ٹیکس کا نفاذ یا ان کی پیداوار کو بعض حدود کا پابند بنا دینا شامل ہیں۔ عصر حاضر میں اسراف و تبذیر اور عیش پرستی کے مظاہر کی تعیین از سر نو کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں عیش و عشرت کے سد باب اور مترفانہ طرز زندگی کی حوصلہ شکنی کے لیے تعیشات (Luxuries) پر خصوصی محاصل عائد کرنے کی ضرورت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱ جرجانی، علی بن محمد بن علی، سید شریف، التعریفات، عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء، ص: ۲۸۴۔
۲ ایضاً
۳ John Austin (۱۸۶۹) lectures on jurisprudence ۳rd edition London, weiden feld & Nicholson (reprint ۱۹۵۵). PP:۲۰۸-۰۹.
۴ البقرۃ: ۲۸۴۔
۵ النساء: ۵۔
۶ القصص: ۷۷۔
۷ الحدید: ۷
۸ النور: ۳۳۔
۹ ہود: ۸۷۔
۱۰ مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن، لاہور، ج: ۲، ص: ۳۶۱
۱۱ النساء: ۴۔
۱۲ مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، معاشیات اسلام، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۸۲
۱۳ مسلم، ابن الحجاج بن مسلم، قشیری، الجامع الصحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س ن کتاب اللقطہ، باب استحباب المواسات بفضول المال، ص: ۱۷۲۸۔
۱۴ البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷ء، کتاب المساقاۃ، باب من قال ان صاحب الماء احق بالماء، ح ۲۳۵۴
۱۵ ندوی، سید سلیمان، سیرت النبیؐ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۳۸ء، ج: ۶ ص: ۱۵۷۱۔
۱۶ الاعراف: ۳۱
۱۷ آلوسی، محمود بن عبداللہ حسینی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار احیا التراث العربی، بیروت، لبنان، س ن۔ ج: ۱۵، ص: ۶۳۔
۱۸ القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ قاہرہ ۱۹۵۲ء، ج: ۱۰، ص: ۲۴۷۔
۱۹ القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، ج: ۱۰، ص: ۲۴۸۔
۲۰ بنی اسرائیل: ۲۷۔
۲۱ الفرقان: ۶۷
۲۲ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب البس ماشئت، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ج: ۷،

۲۳ السبکی، محمود محمد خطاب ،الدین الخالص ، للمکتبہ المحمودیہ السبکیہ ، ۱۹۹۱، الطبعہ الرابعہ ، ج:۶، ص

۲۴ ابن ماجہ ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ ، دار احیاالکتب العربیہ ، باب من الاسراف ان تاکل کل ما اشتہت ، ج: ۲، ص : ۱۱۱۲، رقم الحدیث : ۳۳۵۲

۲۵ الجاثیہ : ۲۳

۲۶ الجزیری، عبدالرحمٰن، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ، ج: ۲، ص: ۳۲۸، (مباحث الحجر)۔

۲۷ الجزیری، عبدالرحمٰن، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ، ج: ۲، ص: ۳۲۹، (مباحث الحجر)۔

۲۸ ابن قدامہ ، موفق الدین، ابو محمد عبداللہ احمد بن محمد ، المغنی، مکتبۃ المنار، مصر ۱۳۴۵ھ ، ج: ۴، ص: ۳۴۳۔

۲۹ السرخسی، محمد بن احمد ، المبسوط، دار معرفۃ ، بیروت، ۱۹۹۳، باب الحجر السفیہ ، ج: ۲۴، ص: ۱۵۷

۳۰ الھندی، زین الدین، احمد بن عبد العزیز، فتح المعین بشرح قرۃ العین بمھمات الدین، دار بن حزم ، الطبعۃ الاولی، ج: ۱، ص : ۳۵۲۔

۳۱ ابن قدامہ ، المغنی، مسالۃ الرشد فی المال، ج: ۴، ص: ۳۵۰؛ الملک : ۲۔

۳۲ المرغینانی، علی بن ابی بکر، برھان الدین، مدخل، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، ج: ۳، ص : ۲

۳۳ الاسراء : ۱۶

۳۴ الملک : ۲

۳۵ حنبل، ابو عبداللہ ، احمد بن محمد ، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالہ ، ۲۰۰۱، حدیث معاذ بن جبل، ج: ۳۶، ص: ۴۲۰۔

۳۶ مسلم، الصحیح، کتاب اللباس وزینۃ ، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضہ ، ج: ۳، ص : ۱۶۴

۳۷ البیھقی، احمد بن الحسن، معرفۃ سنن والاثار، سنن بیہقی، جامع الدراسات الاسلامیہ ، کراچی۔ ج: ۱۰، ص: ۳۵۵

۳۸ الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، شرکت مکتبہ و مطبعہ ، مصطفیٰ البابی، الحلابی، ۱۹۷۵، باب ما جاء فی الحریر، ج: ۴، ص: ۲۱۷

۳۹ البخاری، الجامع الصحیح، باب آنیہ الفضہ ، ج: ۷، ص: ۱۱۳۔

مطبوعاتِ شیخ زاید اسلامک سینٹر

اردو کتب :

*قرآن و سنت۔ چند مباحث (جلد اول و دوم)	حافظ احمد یار
*اختلافِ قرأت اور نظریۂ تحریفِ قرآن	فیروز الدین شاہ
*رسمِ عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت	سمیع اللہ فراز
*قرأت شاذہ: شرعی حیثیت، تفسیر و فقہ پر اثرات	محمد اسلم
*امام ابن شہاب زہری اور ان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ	حافظ محمد عبد القیوم
*نبی کریم ﷺ بحیثیت مثالی شوہر	بشیر احمد صدیقی
*عصرِ حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابلِ عمل صورتیں	شیخ زاید اسلامک سنٹر
*عربی شاعری۔ ایک تعارف	خورشید الحسن رضوی
*آئینۂ کردار	زاہد منیر عامر
*همزیاتِ عشر	صوفی ضیاء الحق
*مغربی تہذیب۔ ایک معاصرانہ جائزہ	جاوید اکبر انصاری
*مقالاتِ گیلانی	مولانا مناظر احسن گیلانی
*پاکستان میں عربی زبان	مظہر معین
*سجدۃ القلم	سعید احمد بودلہ
*قید و بند کا اسلامی تصور	محمد اعجاز
*پاکستان میں اسلام اور لبرل ازم کی کشمکش	اشتیاق احمد گوندل
*جدید فقہی مسائل	حافظ عبد الباسط خان

عربی کتب :

*قلائد الجمان لابن الشعّار	تحقیق و تعلیق: خورشید رضوی
*شرح اربعین النووی	تحقیق و تعلیق: خالد علوی
*المنهاج السوی للسیوطی	تحقیق و تعلیق: جمیلہ شوکت
*تحفة الطالبین لابن العطار	تحقیق و تعلیق: جمیلہ شوکت

انگریزی کتب:

The Role of Mosque in Muslim Community	Ishtiaq Ahmed Gondal
Islamic Banking in Pakistan (An Analytical Study)	Muhammad Ijaz